قاضی محمد سلیمان منصور پوری

حُبُّ النّبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

غزلیات و ادبیات کے شیدا لفظ عشق کا استعمال اکثر کیا کرتے ہیں۔ قرآن مجید اور احادیث پاک کے ماہرین سے یہ امر مخفی نہیں ہے کہ ہر دو کلام پاک میں لفظ عشق کا استعمال نہیں ہوا ہے[1] قاموس میں ہے: اَلْجُنُوْنُ فُنُوْنٌ والعشق من فنه یستجلبه المرء علیٰ نفسه باستحسان بعض الصور و الشمائل یعنی جنون کے بہت سے اقسام میں عشق بھی جنون کی ایک قسم ہے۔ اس مرض کو انسان اپنے نفس پر بعض صورتوں یا خصلتوں کے اچھا سمجھ لینے سے خود وارد کر لیا کرتا ہے۔

پس جب عشق کے معنی قسمے از جنون ہوئے تو ضروری تھا کہ خدا و رسولؐ کے پاک کلام میں اس لفظ کا استعمال نہ کیا جاتا اور اسے فضائل محمودہ یا محاسن جمیلہ سے شمار نہ کیا جاتا۔ بے شک قرآن حکیم اور احادیث رسولِ کریم میں لفظ محبت کا استعمال ہوا ہے اور اس سے ثابت ہو گیا کہ محبت ہی صفت کمال انسانی ہے۔

محبت اور عشق میں یہ بھی فرق ہے کہ محبت روح کے میلان صحیحہ کا نام ہے اور عشق میں اس شرط کا پایا جانا ضروری نہیں۔ محبوب وہ ہے جو فی الواقع اپنے کمالات علیہ کی وجہ سے محبت کیے جانے کے شایاں ہو۔ معشوق وہ ہے جسے کسی نے اچھا سمجھ لیا ہو۔ محبوب، محبوب ہی ہے۔ خواہ کوئی محب پیدا ہو یا نہ ہو، مگر معشوق، معشوق نہیں، جب تک کوئی اس کا عاشق موجود نہ ہو۔ غالباً مشہور مثل "لیلیٰ را بچشم مجنون باید دید" کے واضع نے انہی معانی کو ایک دوسرے اسلوب میں بیان کر دیا ہے۔

بعض نے محبت کے معنی شوق الی المحبوب بیان کیے ہیں۔

بعض کہتے ہیں کہ محبت ایثار للمحبوب کا نام ہے۔

بعض نے کہا محبت اسے کہتے ہیں کہ قلب کو مراد محبوب کا تابع بنا دیا جائے۔ میرے نزدیک تعریف محبت تو وہی ہے جو ہم اوپر لکھ آئے ہیں اور یہ معانی تو صرف ثمرات محبت کو بیان کرتے ہیں۔

محبت روحِ انسانی کی وہ صفت نورانی ہے جو جسم انسانی میں آنے سے پیشتر بھی رُوح کے اندر پائی

---

[1] ولا یحفظ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انظا لعشق فی حدیث صحیح البتتہ زاد المعاد جلد ۲ ص ۹۶ واضح ہو کہ حدیث من عشق فعف فمات فہو شہید اور حدیث من عشق وکتم وعف وصبر الخ ہر دو صحیح نہیں۔ ابن جوزی نے موضوعات میں ان کا ذکر کیا ہے۔ ان کا راوی صرف سوید بن سعید ہے اور ائمہ حدیث نے اُس کی نسبت سخت ترین الفاظ استعمال کیے ہیں

جانی اور کارفرما تھی۔ حدیث شریف "اَلْاَرْوَاحُ جُنُوْدٌ مُّجَنَّدَۃٌ" الخ اس معنی کی جانب اشارہ کرتی ہے۔

محبت کے مدارج محبوب کے مدارج پر منحصر ہوتے ہیں۔ محبوب جتنا زیادہ ارفع و اعلیٰ ہوگا محبت کا درجہ بھی اُسی قدر ارفع و دائمی ہوگا۔ محبت کو ذات و صفات محبوب سے جس قدر زیادہ عرفان ہوگا اسی قدر زیادہ استحکام سے اُس کا اُس کی جانب میلان ہوگا۔

یُحِبُّوْنَھُمْ کَحُبِّ اللّٰہِ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ (۲ : ۱۶۵)	مشرک لوگ شرکا کے ساتھ اللہ کی محبت جیسی محبت کرتے ہیں، مگر جو ایمان والے ہیں اُن کی محبتیں خدا کے ساتھ بہت زیادہ بڑھی ہوئی ہیں۔

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لکھنے کا مقصد اس خاکسار کا بلکہ جملہ علمائے کبار کا یہی ہے اور یہی ہونا چاہیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود باجود کے متعلق پڑھنے والے کے قلب کو ایمان، فواد کو ایقان، روح کو راح اور صدر کو انشراح حاصل ہو جائے اور محبت کا وہ پاک چشمہ جو خس و خاشاکِ علائق سے دب گیا تھا یا سنگلاخ جہل میں رُک گیا تھا۔ پھر فوّارہ وار اُسی بلندی تک موجزن ہو جائے جس بلندی سے چلا تھا۔

محبت ہی یاس کو دھکیل دینے والی اور مصائب کو کشادہ پیشانی کے ساتھ جھیل لینے والی ہے۔ محبت ہی دل کی زندگی اور زندگی کی کامیابی ہے۔ محبت ہی کامیابی کو دوام و بقا کا تاج پہناتی اور پھر اس بقا کو تختِ ارتقا پر بٹھاتی ہے۔

محبت ہے، جس کی صفت میں حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرما دیا ہے:

اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ [1]	ہر شخص کا حشر اُس کے ساتھ ہوگا، جس سے وہ محبت کرتا ہے۔

ہم لکھ چکے ہیں کہ محبت کی بنیاد کسی کمال اصلی پر ہوتی ہے۔ سینکڑوں اشخاص حاتم طائی سے محبت رکھتے ہیں، اس لیے نہیں کہ اُنھیں اس کی جائداد سے کوئی پیسہ یا پائی ملی ہے، بلکہ اس لیے کہ ایسے اشخاص کو صفت جود و سخا سے محبت ہوتی ہے۔ سینکڑوں اشخاص نوشیرواں عادل سے محبت رکھتے ہیں، نہ اس لیے کہ ان کو کسی مظلمہ میں دادرسی یا کسی دعوٰی میں ڈگری اُس کی دادرِی گاہ سے ملی ہو، بلکہ اس لیے کہ یہ لوگ صفت عدل و داد کو محمود سمجھتے ہیں۔

سینکڑوں اشخاص رستم و اسفندیار کی داستان کو پورے جوش سے پڑھتے یا سرگرمی سے سُنا کرتے ہیں۔ اس لیے نہیں کہ وہ بھی ان کی فتوحات میں حصہ دار ہیں، بلکہ اس لیے کہ صفتِ مردانگی و شجاعت سے اُن کو محبت ہوتی ہے۔

---

[1] صحیح بخاری عن ابی موسیٰ باب علامۃ الحب۔ کتاب البرّ والصلۃ۔

بیسیوں اشخاص سقراط و افلاطون کے نام محبت اور پیار سے لیا کرتے ہیں، اس لیے نہیں کہ وہ بھی ان کے مدرسہ خاص میں جس کے دروازے عوام پر ہمیشہ بند رہتے تھے کچھ اسباق سن چکے ہیں بلکہ اس لیے کہ یہ لوگ علم و حکمت کے خود قدر دان ہوتے ہیں۔

بیسیوں اشخاص شیکسپیئر، ہومر، فردوسی و سعدی، لبید و متنبی، بیاس اور والمیک کی فصاحت و بلاغت کے بیان میں اپنی تمام تر قوتِ گویائی کو صرف کر دیا کرتے ہیں، اس لیے نہیں کہ وہ بھی اس شہرت دہی کے اجارہ دار ہیں۔ بلکہ اس لیے کہ یہ لوگ راز فطرت انسانی کے مشتاق ہوتے ہیں، و ہر شخص کی مدح کہ جو اس فن میں تکلم کرے پسند کرتے ہیں۔

یہاں جس ہستی مزکی کی محبت کا مذکور رہے، اس کی شانِ بلند کا تعقل کرنے کے لیے خیال کرو:

ایک آدم علیہ السلام انابت الی اللہ کا راز آشکارا کرنے والا۔
ایک ادریس علیہ السلام علوم اولین و آخرین کا درس دینے والا۔
ایک نوح علیہ السلام اسرار و اعلان سے تبلیغ کرنے والا۔
ایک ابراہیم علیہ السلام گنہگاروں کے لیے رب العزت سے درگزر اور رحمت کا سوال کرنے والا۔
ایک اسمٰعیل علیہ السلام بیت اللہ کو معظم ٹھہرانے والا۔
ایک یعقوب علیہ السلام خدائے قادر سے عہد باندھنے والا۔
ایک یوسف علیہ السلام بدخواہ اور بداندیش پر ترحم کرنے والا۔
ایک موسیٰ علیہ السلام قوم کو برگزیدہ بنانے والا۔
ایک ہارون علیہ السلام امام فصیح۔
ایک یحییٰ علیہ السلام مبلغ متواضع۔
ایک داؤد علیہ السلام قوم کو اجتماعی قوت دینے والا۔
ایک سلیمان علیہ السلام خدا کے لیے پاک گھر بنانے والا۔

صلی اللہ علیہ وعلیٰ جمیع اخوانہ من النبیین والمرسلین۔

ہاں وہ جس کے منہ میں خدا کا کلام ہونے کی خبر موسیٰؑ نے دی۔
ہاں وہ جسے مسیح علیہ السلام نے روح الحق بتایا۔
ہاں وہ جس کی ہیبت و جلال سے داؤد علیہ السلام نے دشمنوں کو مرعوب بنایا۔

ہاں وہ جس کے حسن و جمال کا نشید سلیمان علیہ السلام نے مقدس میں گایا۔

وہ جس کی حمد سے حبقوق علیہ السلام نے عالم کو پرآوازہ کیا۔

وہ جس کے خیر مقدم کی تہنیت سے ملاکیؔ نے خدا کے گھر کو جلال دیا۔

وہ جس کے لباس اور ران پر "شہنشاہوں کا شہنشاہ، خداوندوں کا خداوند" لکھا ہوا یوحنا نے پڑھا۔

وہ جس کے پیچھے آسمانی فوجوں کا چلنا صاحب مکاشفات نے مشاہدہ کیا۔

کیا کوئی صاحب بصر، صاحب دل .

ایسے محبوب، ایسے محمود، ایسے مصطفیٰ، ایسے محمدؐ پر دل و جان سے فدا نہ ہوگا اور اس فدا ہونے کو اپنے لیے غایتِ شرف اور انتہائی کمال انسانیت نہ سمجھے گا۔

یاد رکھو کہ آیتِ ذیل میں اسی راز کا انکشاف کیا گیا ہے:

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ (۹ : ۲۴)	سب لوگوں کو سنا دے کہ اگر تم کو ماں، باپ، بیٹے، بیٹیاں بہن بھائی، زن و شوہر، قوم و قبیلہ اور مال جو تم نے جمع کیا ہے اور تجارت جس کے خسارہ کا تم کو ڈر لگا رہتا ہے اور وہ محل جن میں بسنا تم کو اچھا معلوم ہوتا ہے (وہ سب ازیادہ پیارے ہیں خدا اور رسول سے اور راہِ خدا میں جہاد کرنے سے تب تم منتظر رہو کہ خدا تمہارے لیے اپنا کوئی حکم دے۔

اس آیت میں جن جن شخصیتوں یا چیزوں کا ذکر کیا گیا ہے، اُن کی محبت عام میلان انسانی کے موافق مسلّمہ ہے اور اسی لیے ربّ العالمین نے جو فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا کا مالک ہے، ان سب کے ساتھ انسانی محبت کی نفی نہیں فرمائی اور نہی نہیں کی۔ بلکہ تفریقِ درجات کے سبق کی تعلیم دی ہے ع

گر فرقِ مراتب نہ کنی زندیقی!

یہی راز صحیحین میں اس حدیث پاک عن انسؓ میں کھولا گیا ہے:

لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ	کوئی شخص تم میں سے مومن نہیں بن سکتا جب تک اُسے رسول اللہ کے ساتھ ماں، باپ اور اولاد اور باقی سب اشخاص سے بڑھ کر محبت نہ ہو۔

صحیح ابن خزیمہ میں ہے [1]

[1] زرقانی جلد ۶ ص ۲۴۰

(بقیہ ص ۱۲ پر دیکھیں)